بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مفتری علی اللہ اور مامور مِن اللہ

آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ کا فیصلہ کُن معیار

جب سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مامورین کا سِلسلہ شروع کیا ہے۔ اُس وقت سے آج تک عہدِ تاریک کے لوگوں اور نام نہاد مذہب پرستوں کی یہ کَرتُوتیں چلی آئیں ہیں کہ وہ نہ صرف خدا تعالیٰ کے مامورین کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اُن کی شدید مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اُن کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ قتل کے منصوبے بناتے ہیں۔ ملک بدر کرتے ہیں اور طرح طرح کے خطابات دیتے ہیں۔ کوئی ان کو دیوانا کہتا ہے تو کوئی مجنون۔ کوئی ان کو شیطانی وساوس کہتا ہے تو کوئی کاذب و دجّال۔ کوئی ان کو سستی شہرت کا پجاری سمجھتا ہے تو کوئی دائرہ جماعت سے خارج۔ اگر حقیقتاً اِن تمام اعتراضات کے جوابات معقولی طور پر دیئے جائیں تو بہت سے احمق اور بد فطرت اِن جوابات سے تسلّی نہیں پاسکتے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ایسے اعتراضات کے جواب میں عجیب طور پر اپنے مامورین کی تائید کرتا ہے اور متواتر آسمانی نشان دیکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ دانشمدوں کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر یہ شخص مفتری ہوتا تو اس قدر تائید کیونکر پاتا اور ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ مفتری سے ایسا پیار کرے۔ غرض قدیم سے جب سے سِلسلہ مامورین من اللہ شروع ہوا ہے سنت اللہ یہی ہے کہ وہ ہزاروں اعترضات کا ایک ہی جواب دیتا ہے یعنی تائیدی نشانوں سے انہیں اپنا پیارا ثابت کر دیتا ہے۔ اور آفتاب طلوع ہونے سے تاریکی ایک دم دور ہو جاتی ہے اور ایسا ہی تمام اعتراضات کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی یہ بھی قدیم سے سنت چلی آئی ہے کہ جھوٹے طور پر اس کا فرستادہ بننے والوں کے لئے جو اس کی ہدایت کے راستے میں روک بنتے ہیں۔ ان پر وہ سخت بلائیں نازل کرتا ہے اور ایسے شخص کو جو اس کی ہدایت کے راستے میں رخنہ ڈال کر دنیا میں اس کی مخلوق کو ضلالت و گمراہی کے راستے پر ڈال کر تباہ کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسے مفتری کو اِسی دُنیا میں ذلیل و رُسواح کرتا ہے اور ایسے شخص کو ضلالت و گمراہی پھیلانے کے لئے زیادہ مہلت نہیں دیتا۔ اور یہ بات تمام الٰہی کتابوں سے ثابت شدہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مفتری علی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والے کو زیادہ مہلت نہیں دیتا اور جلد ہلاک کرتا ہے۔ بائیبل اور انجیل کی طرح قرآن مجید میں بھی کئی ایسی آیات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والا جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔ تمام علماء اُمت بشمول حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکم و عدل بنا کر بھیجا تھا اس بات پر متفق ہیں کہ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے مفتری کو تیئیس (۲۳) سال کے کم عرصہ کے اندر اس کی شہ رگ کاٹ کر ہلاک کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (٤٥) لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ (٤٦) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (٤٧) فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (٤٨) وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (٤٩) وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ (٥٠) وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (٥١) وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ (٥٢) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (٥٣) (سورۃ الحاقہ)

ترجمہ۔ اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا۔ تو ہم اُسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اُس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ایک بھی اُس سے (ہمیں) روکنے والا نہ ہوتا۔ اور یقیناً یہ متّقیوں کے لئے ایک بڑی نصیحت ہے۔ اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے بھی ہیں۔ اور یقیناً یہ کافروں پر ایک بڑی حسرت ہے۔ اور یقیناً یہ قطعیت تک پہنچا ہوا یقین ہے۔ پس اپنے عظیم ربّ کے نام کی تسبیح کر۔ (سورۃ الحاقہ ۴۵۔۵۳)

حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام ان آیات کی تفصیل میں اپنی کتاب اربعین میں فرماتے ہیں۔

”قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ جو شخص خدا پر افترا کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے مگر تاہم پھر دوبارہ ہم عقلمندوں کو یاد دلاتے ہیں کہ حق یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ خبر دار ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے مقابل پر کسی مخالف مولوی کی بات کو مان کر ہلاکت کی راہ اختیار کر لیں۔ اور لازم ہے کہ قرآن شریف کی دلیل کو بنظر تحقیر دیکھنے سے خدا سے ڈریں۔ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کو بطور لغو نہیں لکھا جس سے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اور خدا تعالیٰ ہر ایک لغو کام سے پاک ہے۔ پس جس حالت میں اس حکیم نے اس آیت کو اور ایسا ہی اُس دوسری آیت کو جس کے یہ الفاظ ہیں۔ اِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ محل استدلال پر بیان کیا ہے تو اس پر ماننا پڑتا ہے کہ اگر کوئی شخص بطور افترا کے نبوت اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے مانند ہر گز زندگی نہیں پائے گا۔ ورنہ یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہرے گا اور کوئی ذریعہ اس کے سمجھنے کا قائم نہیں ہو گا کیونکہ اگر خدا پر افترا کر کے اور جھوٹا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا کر کے تیئیس برس تک زندگی پالے اور ہلاک نہ ہو تو بلاشبہ ایک منکر کے لئے حق پیدا ہو جائے گا کہ وہ یہ اعتراض پیش کرے کہ جبکہ اس دروغگو نے جس کا دروغگو ہونا تم تسلیم کرتے ہو تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک زندگی پالی اور ہلاک نہ ہوا تو ہم کیونکر سمجھیں کہ ایسے کاذب کی مانند تمہارا نبی نہیں تھا۔ ایک کاذب کو تیئیس برس تک مہلت مل جانا صاف اس بات پر دلیل ہے کہ ہر ایک کاذب کو ایسی مہلت مل سکتی ہے۔ پھر لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کا صدق لوگوں پر کیوں کر ظاہر ہو گا۔“ (اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱)۔ پھر آپ علیہ السلام اسی تسلسل میں مزید فرماتے ہیں۔

”اے میری قوم! خدا تیرے پر رحم کرے۔ خدا تیری آنکھیں کھولے یقین کر کہ مَیں مفتری نہیں ہوں۔ خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اس کو وہ عمر ہر گز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے۔ تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کو وحی پانے کے لئے تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے۔ اور ہزار لعنتیں خدا کی اور فرشتوں کی اور خدا کے پاک بندوں کی اُس شخص پر ہیں جو اس پاک پیمانہ میں کسی خبیث مفتری کو شریک سمجھتا ہے۔ اگر قرآن کریم میں آیت لو تقوّل بھی نازل نہ ہوتی اور اگر خدا کے تمام پاک نبیوں نے نہ فرمایا ہوتا کہ صادقوں کا پیمانہ عمر وحی پانے کا کاذب کو نہیں ملتا تب بھی ایک سچے مسلمان کی وہ محبت جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے کبھی اس کو اجازت نہ دیتی کہ وہ یہ بے باکی اور بے ادبی کیا کلمہ منہ پر لا سکتا کہ یہ پیمانہ وحی نبوت یعنی تیئیس برس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یہ کاذب کو بھی مل سکتا ہے۔ پھر جس حالت میں قرآن شریف نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اگر یہ نبی کاذب ہوتا تو یہ پیمانہ عمر وحی پانے کا اس کو عطا نہ ہوتا۔ اور توریت نے بھی یہی گواہی دی اور انجیل نے بھی یہی، تو پھر کیسا اسلام اور کیسی مسلمانی ہے کہ ان تمام گواہیوں کو صرف میرے بغض کے لئے ردّی چیز کی طرح پھینک دیا گیا اور خدا کے قول کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔“ (اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۸۔۴۶۹)

”اور جن لوگوں کو اسلام کی کتابوں پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آج تک علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے بلکہ یہ تو صریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہے اور خدا تعالیٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔ ہاں ان کا یہ حق تھا کہ مجھ سے اس کا ثبوت مانگتے کہ میرے دعویٰ مامور من اللہ ہونے کی مدت تیئیس برس یا اس سے زیادہ اب تک ہو چکی ہے یا نہیں۔۔۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قرآنی دلیل کبھی ٹوٹ نہیں سکتی یہ خدا کی پیش کردہ دلیل ہے نہ کسی انسان کی۔ کئی کم بخت بد قسمت دنیا میں آئے اور انھوں نے قرآن کی اس دلیل کو توڑنا چاہا مگر آخر آپ ہی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر یہ دلیل ٹوٹ نہ سکی۔۔۔ ہزارہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اسی دلیل کو کفّار کے سامنے پیش کرتے رہے اَور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افتراء کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے زندگی کے تیئیس برس پورے کئے ہوں۔۔۔“ (اربعین نمبر ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۹۲۔۳۹۳)۔ پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اور یاد رہے کہ خاص موجب اِس اشتہار کے شائع کرنے کا وہی ہیں کیونکہ ان دنوں میں سب سے پہلے اُنہی (حافظ محمد یوسف صاحب۔ ناقل) نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کی یہ دلیل کہ ”اگر یہ نبی جھوٹے طور پر وحی کا دعویٰ کرتا تو مَیں اس کو ہلاک کر دیتا“ یہ کچھ چیز نہیں ہے بلکہ بہتیرے ایسے مفتری دنیا میں پائے جاتے ہیں جنھوں نے تیئیس برس سے بھی زیادہ مدت تک نبوت یا رسالت یا مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے خدا پر افترا کیا اور اب تک زندہ موجود ہیں۔ حافظ صاحب کا یہ قول ایسا ہے کہ کوئی مومن اس کی برداشت نہیں کرے گا۔ مگر وہی جس کے دل پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا خدا کا کلام جھوٹا ہے؟۔۔۔ جب سے کہ دنیا شروع ہوئی ایک انسان بھی بطور نظیر نہیں ملے گا جس نے ہمارے سیّد و سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس برس پائے ہوں اور پھر وحی اللہ کے دعوے میں جھوٹا ہو یہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص عزّت دی ہے جو اُن کے زمانہ نبوت کو بھی سچائی کا معیار ٹھہرا دیا ہے۔ پس اے مومنوں! اگر تم ایک ایسے شخص کو پاؤ جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور تم پر ثابت ہو جائے کہ وحی اللہ پانے کے دعوے پر تیئیس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ متواتر اس عرصہ تک وحی اللہ پانے کا دعویٰ کرتا رہا اور وہ دعویٰ اس کی شائع کردہ تحریروں سے ثابت ہوتا رہا تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اللہ پانے کی مدت اُس شخص کو مل سکے جس شخص کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ در حقیقت اس شخص نے وحی اللہ پانے کے دعویٰ میں تیئیس برس کی مدت حاصل کر لی اور اس مدت میں اخیر تک کبھی خاموش نہیں رہا اور نہ اس دعویٰ سے دست بردار ہوا۔“ (اربعین نمبر ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۰۸ تا ۴۰۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا حوالاجات سے یہ مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو شخص جھوٹے طور پر نبوّت یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ تیئیس (۲۳) سال کی عمر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ کے اندر ہلاک کیا جاتا ہے۔

(۲) کسی مدعی کا اپنے دعویٰ الہام کے بعد تیئیس (۲۳) برس کے اندر ہلاک ہو جانا اس کے مفتری یعنی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہونے کا قطعی ثبوت ہے۔

(۳) کسی مدعی کا اپنے دعویٰ کے بعد تیئیس برس یا اس سے زیادہ عمر پا لینا اُس کی سچائی کا قطعی ثبوت ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بغیر کسی دوسرے نشان کو طلب کیئے ایمان لے آئے۔

(۴) ایسا شخص جو کسی مدعی کے دعویٰ الہام کے بعد اُسکے تیئیس (۲۳) برس کے اندر ہلاکت کے باوجود اُس کو سچا سمجھے یعنی اُس کو تیئیس (۲۳) برس کے معیارِ صداقت میں شامل سمجھے تو ایسے شخص پر خدا کی اور تمام فرشتوں کی اور خدا کے تمام پاک بندوں کی لعنتیں ہوتی ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد اپنے دعویٰ مصلح موعود کے اِکیس (۲۱) سال آٹھ ماہ کے بعد

وفات پاگئے تھے۔ اے جماعت احمدیہ کے قابل رحم مولویوں اور بریِن واشڈ بہنو اور بھائیو! اب بتاؤ تو سہی کہ آپ کو کون سا سودا وارا کھاتا ہے۔ اس جھوٹ سے جان چھڑوانے کا یا اپنے اوپر اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے پاک بندوں کی لعنتیں ڈلوانے کا! فیصلہ آپ کو کرنا ہے اور وقت بھی بہت کم ہے۔۔۔

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں مخفی جو دل میں ہے وہ سُناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں اُس وقت اُس کو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

(۵) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تیئیس سال کا معیارِ صداقت کچھ چیز نہیں یعنی مفتری علی اللہ تیئیس برس کی مہلت پاسکتا ہے تو ایسے شخص کے دل پر پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اور ایسا کہنا صریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہوگا اور خدا تعالیٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہوگا۔

مفتری علی اللہ کی تیئیس سال کی مدّت کے اندر ہلاکت کے قانون پر اللہ تعالیٰ کی مہر

حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے جو تشریح آیت لو تقوّل علینا کی بیان فرمائی ہے۔ جو میں نے اوپر درج کی ہے۔ جس کے مطابق اللہ تعالیٰ پر الہام کا افترا کرنے والا کبھی بھی مہلت نہیں پاتا بلکہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور نہیں ممکن کہ ایسا مفتری تیئیس سال تک مسلسل جھوٹی باتیں پھیلاتا رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہ کرے۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تشریح ایسی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام تصدیق بھی فرمادی تھی چنانچہ اس ضمن میں حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس برس تک مہلت پاسکے ضرور ہلاک ہوگا۔ اس بارے میں میرے ایک دوست نے اپنی نیک نیتی سے عذر پیش کیا تھا کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔ اس سے کیونکر سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افترا کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائے گا۔ مَیں نے اس کا یہی جواب دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا قول محلِ استدلال پر ہے اور مُجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر حجت نہیں ہو سکتا۔۔۔ جس رات میں نے اپنے اس دوست کو یہ باتیں سمجھائیں تو اسی رات مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ حالت ہو کر جو وحی اللہ کے وقت میرے پر وارد ہوتی ہے وہ نظارہ گفتگو کا دوبارہ دکھلایا گیا۔ اور پھر الہام ہوا قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی یعنی خدا نے جو مجھے اس آیت لو تقوّل علینا کے متعلق سمجھایا ہے وہی معنے صحیح ہیں۔“ (اربعین۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۴ تا ۴۳۶)

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کا انعامی چیلنج

قرآن مجید، حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور آپ علیہ السلام کے الہام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر الہام کا افترا کرنے والا جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور اس کو وہ مہلت نہیں ملتی جو صادقوں کو ملتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والا تیئیس سال کے اندر ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ ناقابل تردید دلیل ہے جسے آج تک اللہ تعالیٰ کے مامورین اور علماء اُمت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی سچائی ثابت کرنے کیلئے عیسائیوں اور یہودیوں کے سامنے پیش کرتے رہے اور اُنہیں للکارتے رہے کہ اِس دنیا کی تاریخ سے ایک ایسی مثال پیش کردو کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نے جھوٹ باندھا ہو اور پھر اُسے تیئیس سال کی مہلت دی گئی ہو۔ کسی کی جرّت نہ ہوئی کہ کوئی ایک مثال بھی پیش کر سکے۔ چنانچہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے مخالفین و مکذبین کو پانچ سو روپیہ نقد کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

” اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سُنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس ۲۳ برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو مَیں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا۔۔۔“ (اربعین۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۰۲)

کسی ایک مخالف یا مکذب کی جرّت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ایک مثال ہی پیش کر سکے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اپنے دعویٰ مصلح موعود کے اکیس سال آٹھ ماہ زندہ رہ کر وفات پاگئے تو پھر مرزا بشیر الدین محمود احمد مفتری علی اللہ کہلائے نہ کہ مامور من اللہ؟ آیئے اب ہم مرزا بشیر الدین محمود احمد کہ دعویٰ مصلح موعود پر ایک تفصیلی نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے اور افسانہ کیا ہے جو آج تک ہماری آنکھوں پر اطاعت کے پٹی باندھ کر ہم سے اندھے پن میں منوایا گیا۔ ہم آج تک یوم مصلح موعود تو مناتے رہے مگر ہمیں یہ تک معلوم نہ تھا کہ مصلح موعود کا اصل ماجرہ کیا ہے۔ والد محترم مصلح موعود بن بیٹھے اور صاحبزادہ صاحب اپنے خطبہ میں احباب جماعت سے دردِ دل سے دُعا کی درخواستیں کرتے ہیں کہ دُعا کریں کہ وہ شخص (غلام مسیح الزماں) میں ہی ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وعدہ دیا تھا۔

مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے دعویٰ مصلح موعود پر ایک نظر

مرزابشیر الدین محمود احمد حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ کو قادیان میں پیدا ہوئے تھے۔ مصلح موعود کون ہوگا اور کہاں اور کب پیدا ہوگا؟ جیسے مشکل سوال جس کے متعلق حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام ساری زندگی اجتہادات کرتے اور اندازے لگاتے رہے۔ اپنے بیٹوں میں سے کسی کے مصلح موعود ہونے کے متعلق آپ علیہ السلام کا آخری اجتہاد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے متعلق فرمایا تھا جو بالآخر صاحبزادہ مبارک احمد کی چھوٹی عمر میں وفات پانے کے نتیجہ میں رضائے الٰہی کے تحت غلط ثابت ہوا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ پیدا ہوئی۔ البتہ مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب کے بیٹے نصیر احمد کی پیدائش پر ایک بار پھر آپ نے اس کے متعلق مصلح موعود ہونے کا اجتہاد فرمایا لیکن اس دفعہ بھی رضائے الٰہی کے تحت یہ بچہ زندہ نہ رہ سکا اور چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گیا۔ سن ۱۹۰۸ تک خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود کے متعلق غیر جانبدار تھے اور مصلح موعود کے متعلق آپ کا موقف کچھ اس طرح تھا۔

۱۹۰۸ء میں مصلح موعود کے متعلق مرزابشیر الدین محمود احمد کا موقف

حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد دشمنانِ اسلام احمدیت نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں جھوٹے نکلے اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو یہ مصلح موعود آپ کے گھر میں ضرور پیدا ہوتا۔ اس سیلابِ مخالفت کے وقت مرزابشیر الدین محمود احمد کی عمر اُنیس (۱۹) برس کی تھی۔ اور آپ رسالہ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر بھی تھے۔ آپ نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعے سے اِن اعتراضات کا جواب دینا شروع کیا۔ مثیل مبارک احمد یعنی مصلح موعود کے متعلق جو الہامات حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام پر آپ علیہ السلام کی وفات تک نازل ہوتے رہے بطور خاص اس سلسلے میں آپ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھتے ہیں۔

(۱) اور پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آئندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ عربی میں اِس کثرت سے اِستعمال ہوتا ہے چنانچہ اکثر قبیلوں کے نام اُنکے کسی بزرگ کے نام پر ہوتے ہیں اور وہ اُسکی اولاد کہلاتی ہے۔۔۔ جب دنیا اپنے طور پر ایک شخص کو صدیوں گزرنے کے بعد بھی ایک دوسرے شخص کا بیٹا قرار دیتی ہے اور عمر بن عبد العزیز اور ہارون الرشید اُمیہ اور عباس کے لڑکے کہلاتے ہیں تو کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی آئندہ ہونیوالے لڑکے کو اُنکے لڑکے کے نام سے پکار نہ سکے۔ کیا وہ کام جس کا اِنسان کو اختیار ہے خدا اُسکے کرنے سے معذور ہے۔؟ یا جب دنیا کے طالب ایک شخص کو کسی پہلے گزرے ہوئے شخص سے نسبت دیتے ہیں حالانکہ وہ اُس کا مستحق نہیں ہوتا تو کیا خدا جو خوب جانتا ہے کہ کون کس سے نسبت دیئے جانے کے لائق ہے ایسا نہیں کر سکتا؟ آج وہ سیّد جو ہزاروں قسم کی بدیوں میں مبتلا ہیں اور لاکھوں گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور سینکڑوں قسم کی بدکاریں صبح اور شام اُن سے سرزد ہوتی ہیں اور جنکے اقوال ایک شریف آدمی کی زبان پر نہیں لائے جاسکتے۔ اور جنکے افعال ایسے نہیں ہیں کہ نیکوں کی مجلس میں اُنکا ذکر بھی کیا جائے تو آل محمدؐ کہلانے کے مستحق ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی لڑکے کو اگر خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اُنکا لڑکا قرار دیا اور اُسکے وجود کی اُنکو بشارت دی تو وہ ناجائز ٹھہرا۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا اِن سے بھی زیادہ محدود طاقتوں والا ہے۔؟ یا اُس کو نسبت دینے کا علم نہیں اور وہ اِس بارہ میں غلطی کر بیٹھا ہے۔؟ (نعوذ باللہ) آج سینکڑوں نہیں ہزاروں لیکچرار اپنی تقریروں میں زور زور سے چلا چلا کر کہتے ہیں کہ اے بنی آدم ایسا مت کر یا ایسا کرو مگر اُن سے کوئی نہیں پوچھتا کہ ہمارے باپ کا نام تو آدم نہ تھا پھر تم کیوں ہم کو اِس نام سے پکارتے ہو۔ مگر حضرت صاحب کی نسل میں سے ایک بچہ کو اگر اُنکا لڑکا قرار دیا گیا تو کونسا اندھیر آ گیا۔ کفیٰ ھٰذا کا الہام صاف ثابت کرتا ہے کہ بیٹے کے اِلہام آئندہ نسل کے کسی لڑکے کی نسبت ہیں اور پھر وہ اِلہام جس میں ہے کہ تیری اولاد تیرے نام سے مشہور ہوگی۔ اِسکی اور بھی تائید کرتا ہے کہ آئندہ نسل کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا کہا جا سکتا ہے اور خدا تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ کون اُنکا بیٹا ہونے کے لائق ہے اس لیے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کر دے خبر دی جائے اور اُسکو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ نبی کریمؐ نے بھی تو فرمایا ہے کہ اہلِ فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں سے ہے پس کیا اہلِ فارس خود حضرت فاطمہ کے لڑکے بن جاتے ہیں۔۔۔ پھر قرآن شریف میں حضرت اِبرھیمؑ کی نسبت آتا ہے کہ ۔۔۔ یعنی ہم نے اِبرھیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے حالانکہ حضرت یعقوبؑ حضرت اِبرھیمؑ کے بیٹے نہ تھے بلکہ حضرت اسحٰقؑ کے لڑکے تھے پس معلوم ہوا خدا کے کلام میں ایسا آجاتا ہے اور اِس میں اِعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم۔ ۳ نمبر ۶۔ ۷ صفحات ۲۹۷ تا ۳۰۰ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸)

(۲) غور کرو کہ قرآن شریف میں صاف آتا ہے وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (پارہ ۱۷۔ سورۃ حج رکوع ۱۰) اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں خوب کوشش جس نے پسند کیا تم کو اور نہیں کی تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی وہ دین جو تمہارے باپ اِبراھیمؑ کا ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اب کیا اِن آیات سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کے باپ کا نام اِبراھیم ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت اِبراھیمؑ کی طرز پر کام کرتا اور اُنکے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے اور اِسلام قبول کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایسا ہے جیسے اِبراھیمؑ کا بیٹا۔ ورنہ یہ بات تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی سینکڑوں قومیں ایسی ہیں جو اِسلام میں داخل ہیں مگر حضرت اِبراھیمؑ کی نسل سے نہیں اور نہ اُنکی قوم کا حضرت اِبراھیم کے خاندان سے کوئی تعلق ہے پس خدا تعالیٰ نے ہر ایک اُس

شخص کو جو مسلمان ہوتا ہے اور خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے حضرت اِبراھیمؑ کا بیٹا قرار دیا اور بیٹے کے لفظ کو اِس قدر وسیع کر دیا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کی بھی کوئی شرط نہ رکھی تو پھر اگر آج اُس خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی کو اُنہیں کا بیٹا قرار دیا تو کیا حرج ہے جبکہ آج بیس کروڑ اِنسان جو مسلمان کہلاتے ہیں خواہ عرب کے رہنے والے ہوں یا شام کے۔ غرضیکہ ایران افغانستان ہندوستان چین جاپان کے علاوہ یورپ و امریکہ کے باشندے بھی حضرت اِبراھیمؑ کے بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اُنکو اِبراھیم کے بیٹے قرار دیتا ہے تو ایک شخص کو اگر حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا قرار دیا گیا تو کیا غضب ہوا۔ پھر حدیث دیکھتے ہیں تو اِس میں بھی بہت سے ایسے محاورات پائے جاتے ہیں مثلاً معراج کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے حضرت اِبراھیمؑ کی نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اُنکو اُنھوں نے جواب میں کہا ھٰذا ابوك صالحاً یعنی یہ تیرا نیک باپ ہے، اور ایسا ہی حضرت آدمؑ کی نسبت فرمایا پس جب قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہے تو پھر حضرت اقدسؑ پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُنکو ایک لڑکے کا وعدہ تھا جو پورا نہ ہوا۔ خدا کے وعدے ٹلا نہیں کرتے اور وہ پورے ہو کر رہتے ہیں اِسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ اِن اِلہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ اِبن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور اِس میری بات کی تائید خود حضرت اقدسؑ کے اِس اِلہام سے بھی ہوتی ہے جو میں اوپر درج کر آیا ہوں یعنی کفٰی ھٰذا۔ جسکے معنی یہ تھے کہ حضرت اقدسؑ کے ہاں اب نرینہ اولاد نہ ہوگی چنانچہ اُسکے بعد دو لڑکیاں ہوئیں اور لڑکا کوئی نہیں ہوا۔ اور خود حضرت اقدسؑ کا بھی یہی خیال تھا کیونکہ اُنھوں نے بھی ایک اِلہام جس میں بیٹے کی بشارت تھی اپنے پوتے پر لگایا تھا ورنہ اگر اُنکو یہ خیال ہوتا کہ میرے ہی بیٹا ہوگا تو پوتے پر کیوں لگاتے۔ سمجھتے کہ آئندہ بیٹا ہوگا اور وہ اِلہام پورا ہو جائے گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ اِلہامات کسی آئندہ نسل کے لڑکے کی نسبت تھے خواہ پوتا ہو یا پڑپوتا ہو یا کچھ مدت بعد ہو۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم۔۳ نمبر ۶۔۷ صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۳ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸)

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریل کی سواری کی خبر دی تھی جو آجکل آکر پوری ہوئی تو کیا بیچ کی بارہ صدیوں کے لوگ دین اِسلام کو ترک کر دیتے اور کفر اِختیار کر لیتے کہ وہ نئی سواری کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ پس جب سب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور اُنھوں نے آئندہ زمانہ کی خبریں بھی دی ہیں تو اگر حضرت مسیح موعودؑ نے کچھ آئندہ کی خبریں دی اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہوگا ہیبت اِس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اُس کی مدد کیلئے اُتر آیا تو کیا ہوا اِس سے تو اُنکی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اُس وقت کے لوگ اِس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزا اُٹھائیں گے۔ آجکل کے لوگوں سے جو وعدے ہیں وہ اُن پر غور کریں اور اُن پر جو شکوک ہیں وہ بیان کریں اور توبہ استغفار ساتھ کرتے رہیں تا اُنہیں اصل حقیقت معلوم ہو اور خدا اپنے خاص فضل سے اُن پر سچائی کھول دے اور وہ سراطِ مستقیم دیکھ لیں تا کہ ہلاکت سے بچ جائیں ورنہ جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے، جو آپکی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اُسکے ساتھ ہوگی۔ اور یہ بھی میں ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کے اِلہامات میں ہی اِس قسم کے اِستعارہ نہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں قران و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم۔۳ نمبر ۶۔۷ صفحہ ۳۰۵ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸)

۱۹۱۴ء میں خلیفۃ المسیح الثانی منتخب ہونے کے بعد آپ کے مؤقف میں تبدیلی

حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ آپ کی وفات تک مرزا بشیر الدین محمود احمد کا موقف یہی تھا کہ مصلح موعود جس کا الہامی نام غلام مسیح الزماں ہے اُس نے آئندہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل یعنی جسمانی نسل یا روحانی نسل میں سے پیدا ہونا ہے۔ اور یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موجودہ بیٹے بشمول مرزا بشیر الدین محمود احمد پیشگوئی غلام مسیح الزماں یعنی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آتے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود نے تو مثیل مبارک احمد ہونا تھا۔ اور مثیل مبارک احمد وہی ہو سکتا ہے جو مبارک احمد کے بعد پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرف مثیل مبارک احمد ہونا قرار پائے۔ لہٰذا مرزا بشیر الدین محمود احمد کا موقف جون جولائی ۱۹۰۸ء تک نہ صرف کلامِ الٰہی کے مطابق تھا بلکہ عام انسانی فہم کے بھی مطابق تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۱۴ء میں خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کے بعد ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء میں آپ نے نہ صرف کلام الٰہی کے برخلاف بلکہ جون جولائی ۱۹۰۸ء کی اپنی ہی شہادت کہ مثیل مبارک احمد یعنی مصلح موعود نے آئندہ زمانے میں پیدا ہونا ہے کے برخلاف مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ حقیقت یہی ہے کہ عقل کے اندھے چاپلوس مولویوں نے اور کم علم احمدیوں نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے پہلے آپ کو مصلح موعود سمجھتے ہوئے مسند خلافت پر بیٹھایا اور پھر اُنہیں دعویٰ مصلح موعود بنانے پر اُکسایا اور پھر اس طرح رفتہ رفتہ مصلح موعود بننے کا شوق آپ پر سوار ہو گیا۔ آپ اسلامی تاریخ اور اسلامی تعلیمات کا خوب علم رکھتے تھے اور آپ کو جھوٹے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ سزا کا بھی باخوبی علم تھا، اس لئے مصلح موعود بننے کا شوق سوار ہونے کے بعد آپ یہ چاہتے تھے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کے تحت مصلح موعود بن جائیں۔ اس لئے آپ نے اپنی تقاریر میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ مصلح موعود بننے کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ لوگ اُس کو اُسکے کاموں کو دیکھتے ہوئے مصلح موعود بنائیں گے۔ لیکن آپ کی بدقسمتی کہ آپ نے بار بار کہتے ہوئے کہ مصلح موعود بننے کیلئے دعوے کی

ضرورت نہیں مگر پھر بھی اپنے ناپاک عزائم یعنی خاندانی خلافت کو قیامت تک دوام دینے کے لئے ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ کو دعویٰ مصلح موعود کر ڈالا۔ اب اس کی تفصیل اور ثبوت کے طور پر مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے اپنے بیانات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) خلیفہ ثانی صاحب جون۔ ۱۹۳۷ء کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا۔ جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصد باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جیسا میں خیال کرتا ہوں کہ جو شخص بھی اِن پیشگوئیوں کا مصداق ہے اُس کے لیے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ لہٰذا میں ایسا دعویٰ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے اِن پیشگوئیوں کی غرض و غایت کافی حد تک میرے ذریعہ پوری کر دی ہے۔ تاہم مجھے حیرانی نہیں ہو گی اگر خدا تعالیٰ میرے کسی بھائی کو میرے جیسی یا مجھ سے بھی بڑھ کر کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق دیدے۔" (احمدیت۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خان صفحہ ۲۸۹)۔ اب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے ۱۹۰۸ء کے مؤقف سے انحراف کر رہے ہیں جس میں آپ نے بڑے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ "پس جب قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہے تو پھر حضرت اقدسؑ پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُنکو ایک لڑکے کا وعدہ تھا جو پورا نہ ہوا۔ خدا کے وعدے ٹلا نہیں کرتے اور وہ پورے ہو کر رہتے ہیں اِسی طرح یہاں بھی ہو گا۔ اِن اِلہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہو گا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہو گا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہو گا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا" (رسالہ تشحیذ الاذہان والیم۔ ۳ نمبر ۶۔ ۷ صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳۔ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸) تو پھر اب اس نئے خیال (یوٹرن) کی کیا وجہ کہ "مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا" کیا آپ کو کوئی الہام ہوا تھا جو آپ نے اپنا مؤقف تبدیل کر لیا؟ ہرگز کوئی الہام نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ایک شیطانی حملہ تھا جس کی بنیاد صرف آپ کا خیال ہی تھا جیسا کہ فرماتے ہیں "میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا" اور پھر یہ فرماتے ہیں کہ مصلح موعود کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ کو کوئی الہام ہؤا تھا کہ ان پیشگوئیوں کے مصداق کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں ہے؟ اگر نہیں تو پھر آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے تھے؟ اور اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے الہام کے نتیجے میں یہ باتیں کی تو پھر ۱۹۴۴ء میں دعویٰ کیوں کر بیٹھے؟ کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ دھوکہ بھی دیا کرتا ہے؟ پہلے یہ کہے کہ دعوے کی ضرورت نہیں اور پھر بعد میں دعوے کا حکم جاری کر دے۔ اور جب ملہم دعویٰ کر دے تو پھر لو تقوّل علینا کی تلوار چلا دے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۲) خلیفۃ ثانی ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اسلئے وہ اِن پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعویٰ کی ضرورت ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔" (الفضل مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۹ء)۔ تو پھر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو دعویٰ مصلح موعود کیوں کیا تھا؟ کیا ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو اس پیشگوئی کی نوعیت بدل گئی تھی اور یہ غیر مامور کے متعلق سے مامور کے متعلق ہو گئی تھی؟

(۳) خلیفہ ثانی صاحب دعویٰ مصلح موعود کرنے سے پہلے ۷۔ جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

"اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔ تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اُسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔" (الفضل مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۹ء)

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے اس بیان کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں الیکشن کو دور میں گلیوں کوچوں میں سیاستدان جس طرح کے بیانات دیتے ہیں اس کی داغ بیل دراصل آپ نے ہی ۷۔ جولائی ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں ڈالی تھی۔ میں ۱۹۰۸ء کا آپ کا مؤقف پہلے ہی آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں جس کے مطابق مصلح موعود نے آئندہ زمانہ میں پیدا ہونا ہے۔

(۴) پھر آپ ۱۹۴۰ء میں فرماتے ہیں۔

"لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعویٰ مصلح موعود کروں لیکن میں اِس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے پیروکار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ میں ایسا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعویٰ مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اُس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلے میں کسی شخص کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔۔۔ ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصداق ہے یا نہیں۔ اِسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعویٰ کرے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اِنکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اُسکے وجود میں پوری ہو گئی۔۔۔ لہٰذا میں ضروری نہیں سمجھتا کہ

کوئی دعویٰ کروں کہ میں مصلح موعود ہوں۔"(احمدیت۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفراللہ خان صفحہ ۲۸۹) ۔مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب کے اس بیان سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو دعویٰ سے بہت پہلے ہی مصلح موعود سمجھتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ آیت ولو تقوّل علینا کی تلوار کا خوف بھی آپ کی تحریرات سے نمایاں ہے۔اس لئے آپ اپنے پیروکاروں کو ماموراور غیر مامور کا چکر دے کر بغیر دعوے کے مصلح موعود بنانے لئے مواد فراہم کرتے رہے۔اگر لوگوں نے کسی کے کام اور کامیابیوں کو دیکھ کر مصلح موعود بنانا تھا تو پھر آپ کو یہ ساری نشلی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جماعت میں ایک چھوٹے سے عہدہ کا انتخاب ہو تو حدیثیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں کہ عہدہ کی خواہش نہیں کرنی چاہیے اور خواہش رکھنے والے کو عہدہ نہیں دینا چاہیے اور اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے کی بھی اجازت نہیں ہوتی تو پھر یہ سب کیا ڈرامہ ہے ہمارے متروک آقا کا؟

(۵) "اگر میں (مصلح موعود) ہوں تو الحمدللہ۔دعویٰ سے فائدہ نہیں۔اگر میں نہیں تو اِس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہو گیا۔" (مضمون "پیشگوئی مصلح موعود اور خلافت رابعہ" صفحہ ۱ مصنف فضل الٰہی انوری بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۰)۔یہ ہے روب آیت ولو تقوّل علینا کی تلوار کا۔اگر احتیاط مدِ نظر ہوتی تو نہ صرف ان باتوں کے کہنے سے پرہیز کرتے بلکہ ان لوگوں کو جنہوں نے آپ کو آپ کے دعوے سے پہلے مصلح موعود کہنا شروع کر دیا تھا ان کا منہ بھی سختی سے بند کرواتے کہ ایسی باتیں نہ کرو جس کا حق تمہیں نہیں دیا گیا۔ اب آپ مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب کے مندرجہ ذیل بیان سے ان کی سچائی اور دیانتداری کا اندازہ لگائیں۔آپ فرماتے ہیں۔

(۶) "لوگوں نے کہا اور بار بار کہا کہ آپکی اِن پیشگوئیوں کے بارے میں کیا رائے ہے مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے اِن پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی اِس خیال سے کہ میرا نفس مجھے کوئی دھوکہ نہ دے اور میں اپنے متعلق کوئی ایسا خیال نہ کر لوں جو واقعہ کے خلاف ہو" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲) جیسا کہ اوپر نمبر (۱) میں بیان کیا گیا ہے کہ موصوف فرماتے ہیں کہ "میں خیال کرتا ہوں کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی جسمانی بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی ایسا شخص جو بعد کے زمانہ میں آئے گا۔ جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر غور کیا ہے تو نوے (۹۰) فیصد باتیں میرے زمانہ خلافت کی کامیابیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔۔۔" اور اب دعوے کے وقت فرماتے ہیں کہ "مگر میری یہ حالت تھی کہ میں نے سنجیدگی سے اِن پیشگوئیوں کو پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی" بغیر سنجیدگی سے پڑھے ہی نوے (۹۰) فیصد مصلح موعود ۱۹۳۷ء میں ہی بن بیٹھے تھے۔اب آگے آپ کا وہ بیان ہے جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ جب ۱۹۴۴ء میں یہ جھوٹ بولا گیا ہو گا تو شاید قبروں سے مردے باہر آکر روئے ہونگے کہ واللہ ہمارے امیر المومنین کو کیا ہو گیا ہے۔آپ دعویٰ مصلح موعود کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(۷) "آج میں نے پہلی دفع (اِنا للہ واِنا الیہ راجعون) وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اِس نیت سے دیکھیں کہ میں اِن پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِن میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

ہر وقت جھوٹ۔سچ کی تو عادت نہیں رہی ۔ نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

مرزابشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کا دعویٰ مصلح موعود اور آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا

مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۵،۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی رات میں خواب دیکھنے کے بعد مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو دعویٰ مصلح موعود کر دیا۔آپ ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو پہلا جلسہ "یوم مصلح موعود" مناتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں آج اِسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے قبضہ وتصرّف میں میری جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے۔۔۔میں خدا کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے کشفی حالت میں کہا اَنَا المَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِيْلُهٗ وَ خَلِيْفَتُهٗ اور میں نے اِس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کیلئے اُنیس سو سال سے کنواریاں منتظر تھیں۔پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کا نام پہچانا ہے۔" (دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُر شوکت اِعلان بحوالہ انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۱)

خلیفہ ثانی کی شہ رگ پر قاتلانہ حملہ:۔

مورخہ ۱۰۔مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے مسجد مبارک ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت امیر المومنین مرزابشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان (مُسمّٰی عبدالحمید ولد منصب دار قوم جٹ چک نمبر ۲۲۰ جج والا تھانہ صدر لائلپور (فیصل آباد) سابقہ وطن تھانا کرتارپور تحصیل وضلع جالندھر) نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔چاقو کا یہ وار حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔(دراصل چاقو کا یہ وار گردن پر شہ رگ کے قریب نہیں پڑا تھا بلکہ اس سے شہ رگ قطع ہو گئی تھی۔اِسکی تفصیل آگے آئے گی۔ناقل)حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آجانے کے باعث اِس مرتبہ امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کے بجائے چاقو اسے جالگا اور وہ زخمی ہو گیا۔نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اُسے قابو میں لایا گیا اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے۔۔۔حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کیساتھ چند

احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا، جس سے حضور کے تمام کپڑے، کوٹ، مفلر، سویٹر، قمیض، دوبنیانیں اور شلوار خون سے تربہ تر ہو گئے۔ حضور کیساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے (خاکسار اُبو العطاکے کوٹ، پاجامہ اور پگڑی پر بھی اس پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر اِبتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی۔ اور زخم کو صاف کر کے اور ٹانکے لگا کر سی دیا۔ اِبتدا میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے۔ لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور اُنھوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح مُعائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو انچ گہرا اور شہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لے کر قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے باہر ٹانکے لگا دیئے۔۔۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۱)

حملہ کے ایک سال بعد خلیفہ ثانی نے اپنا مکمل چیک اَپ کروانے کے لئے یورپ جانے کا فیصلہ کیا۔ بعد ازاں یورپ میں زیورچ، ہمبرگ اور لندن کے چوٹی کے سرجنوں نے اِن کے زخم کا انتہائی جدید ایکس ریز کیساتھ تفصیلی معائنہ کیا۔ جیسا کہ چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی کتاب کے درج ذیل حوالہ سے ظاہر ہے۔

“He was examined very thoroughly by top experts in Zurich, Hamburg and London with such assistance as could be drawn from X-ray impressions, etc., and the unanimous conclusion was that the point of the knife had broken at the jugular vein and was embedded in it. The expert advice was that no attempt should be made to extricate it as the risk to his life involved in any such operation was too serious to be worth taking.”
(Ahmadiyyat the renaissance of Islam-page No 332 / Tabshir Publications/1978)

”زیورچ، ہمبرگ، اور لنڈن کے چوٹی کے ماہرین نے ان کا ایکسرے پرنٹس کی مدد سے تفصیلی معائنہ کیا، اور متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ چاقو کی نوک شہ رگ میں ٹوٹ گئی ہے اور اس میں دھنس گئی ہے۔ ماہرین کی رائے یہ تھی کہ اس کو نکالنے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ اس میں اِسکی زندگی کو جو خطرہ لاحق ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ ایسا کوئی آپریشن کرنا وارا نہیں کھاتا۔“ لہٰذا ماہرین نے خلیفہ ثانی کی شہ رگ سے چاقو کی ٹوٹی ہوئی نوک کو نہیں نکالا۔ بعد میں آپ کی صحت دن بہ دن گرتی گئی۔ آپ کو فالج بھی ہو گیا۔ آپ کے دعویٰ مصلح موعود کے صرف دس (۱۰) سال بعد آپ پر اللہ تعالیٰ نے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کی قہری تجلّی ظاہر کر دی اور اس طرح آپ اس حملہ کے بعد گیارہ سال آٹھ ماہ تکلیف میں گزار کر بالآخر ۸۔ نومبر ۱۹۶۵ء کو فوت ہو گئے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کی قہری تجلّی خلیفہ ثانی پر ظاہر کر کے آپ کے مفتری علی اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور اس طرح جماعت احمدیہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اللہ اور اس کے سچے مہدی علیہ السلام کا کلام سچا ثابت ہوتا دیکھ لیا اور اگر ہم میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو تو اب ہم قیامت تک اس کلام (”صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس برس تک مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہو گا۔“) کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ اب ذیل میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی اپنی زبانی اور تاریخ احمدیت کی روشنی میں ان کا قابلِ افسوس اور قابلِ رحم انجام پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کے بعد سے آپ کی وفات تک آپ کی زندگی انتہائی تکلیف میں گزری۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا دردناک انجام:۔

(۱) ۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کا آفتاب غروب ہوتے ہی غم واندوہ اور کرب والم کی ایک تاریخ رات پوری دُنیائے احمدیّت پر چھا گئی۔۔۔ واقعہ یہ ہوُا کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود قصرِ خلافت میں نماز مغرب کے بعد لیٹے ہوئے تھے۔۔۔۔ آپ نے اٹھنا چاہا کہ فوراً گر پڑے اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔۔۔ اس وقت حضور کے جسم مبارک کا بایاں حِصہ بے حِسّی کی حالت میں تھا۔ آواز لڑکھڑا رہی تھی اور کرب کی حالت تھی۔ حضور کا بلڈ پریشر۔۔۔ ایک سو ستر ۱۷۰ تک پہنچ چکا تھا۔۔۔ نو بجے شب کے قریب افاقہ ہوُا۔۔۔ اور حضور بائیں ٹانگ اور بازو کو حرکت دینے لگے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحہ ۴۵۵، ضمیمہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ فروری ۱۹۵۵ء)

(۲) ۸۔ مارچ ۱۹۵۵ء:۔ خدا کے فضل سے حضرت صاحب کی حالت میں مزید افاقہ کی صورت پیدا ہوئی ہے اور بائیں بازو کے اثر میں تخفیف پیدا ہونے کے علاوہ اعصابی حالت میں بھی افاقہ محسوس ہو رہا ہے۔۔۔ اور اتنے دنوں کے بعد حضور کو بستر سے سہارے کے ساتھ اٹھا کر آرام کی کرسی پر بٹھایا گیا۔ اور اس کے بعد تین چار قدم سہارے سے چلایا بھی گیا۔ جس کی وجہ سے حضور کی طبیعت میں مزید بشاشت پیدا ہوئی۔ یہ سب ہمارے آسمانی آقا کے فضل و کرم اور دوستوں کی دردمندانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۴۵۷) حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمانی آقا کا فضل نہیں تھا۔ کیا مصلح موعود کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس یہی فضل رہ گیا تھا۔ جس کے بارہ میں وہ خود فرماتا ہے کہ ”اُس کے سر پر خدا کا سایہ ہو گا اور وہ جلد جلد بڑھے گا“ حقیقت میں یہ قتل یار تھا جو چاپلوس اور خوشامدی احمدی مولویوں نے آپ سے آپ کا کروایا تھا۔ آج یہ پڑھے لکھے اَن پڑھ، آنکھوں والے اندھے، کانوں والے

بہرے اور زبانوں والے گھونگے مولوی حضرات جماعت کے معصوم لوگوں کا بھی ایسا ہی قتل کروانا چاہتے ہیں کہ اُن بے علم اور بر ین واشڈ احمدیوں کو اللہ اور اُس کے رسول اور اُسکے سچے مصلح موعود کے مقابلہ میں مہاذ آرائی کے لئے لا کھڑا کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ ؟ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

(۳) میں اس وقت بالکل بے کار ہوں اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا اس لئے اپنے پرانے حق کی بناء پر جو پچاس برس سے زیادہ عرصہ کا ہے، تمام بہنوں اور بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بے عملی کی زندگی سے بچائے کیونکہ اگر یہ زندگی خدانخواستہ لمبی ہونی ہے تو مجھے اپنی زندگی سے موت بَھلی معلوم ہو گی۔ سو میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے خدا جب میرا وجود اس دُنیا کے لئے بے کار ہے تُو مجھے اپنے پاس جگہ دے جہاں میں کام کر سکوں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۶)

(۴) ۱۵۔ مارچ ۱۹۵۵ء: ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اَب میں رُو بصحت ہوں۔ اگرچہ کل شام بہت پریشانی رہی۔ گاہے گاہے دل کا حملہ ہوتا رہا۔ لیکن ڈاکٹروں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ یہ صرف دل سے ظاہری فعل سے تعلق رکھنے والے معمولی حملے تھے۔۔۔ ان کی وجہ صرف معدے اور ہاضمے کی خرابی تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۷)

(۵) ۲۱۔ مارچ ۱۹۵۵ء: ۔ میرے پہلے اعلان کے بعد مجھے پے در پے دل کی تکلیف کے حملے ہوئے جن میں بعض اتنے شدید تھے کہ بعض وقتوں میں مَیں سمجھتا تھا کہ مَیں ایک منٹ یا ڈیڑھ منٹ سے زیادہ کسی صورت میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۹)

(۶) ۱۲۔ اپریل ۱۹۵۵ء: ۔ مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کیلئے بھی اِمداد کا محتاج ہوں دو قدم چل نہیں سکتا۔ (الفضل ۱۲۔ اپریل ۱۹۵۵)

(۷) ۱۹۔ اپریل ۱۹۵۵ء: ۔ یوں طبیعت بہتر ہو رہی ہے۔ مگر عارضی طور پر طبیعت گرتی ہے۔ ویسے مرض کے بعض حِصّوں کی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی بائیں بازو کی حرکت میں جو آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ اس میں کمی آ گئی ہے۔ مُٹھی بناتے وقت انگلیاں سیدھی ہونے لگ گئی تھیں۔ اب پھر مڑنے لگ گئی ہیں۔ لیکن یہ فرق بھی ہے کہ پہلے میں بائیں ہاتھ کی مدد سے آزار بند باندھ نہیں سکتا تھا۔ اَب باندھنے پر قادر ہو گیا ہوں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۴۹۰)

(۸) ۲۲۔ اپریل ۱۹۵۵ء خطبہ جمعہ: ۔ آج رات مجھے شدید تکلیف تھی۔ ہاتھ کی مٹھی تک بند نہ ہوتی تھی اور سر بھی خالی خالی محسوس ہوتا تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۷ صفحہ ۴۹۷)

(۹) ۱۹۵۷ء: ۔ ۱۹۵۴ء میں مَیں نے مجلس شوریٰ میں کچھ کام کیا تھا۔ آج ۱۹۵۷ء میں چار سال بعد پھر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ مَیں شوریٰ کے تمام اجلاسوں میں شریک ہوا ہوں اور کام بھی کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میری صحت میں ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا۔ مثلاً ہاتھوں میں جو بے حسّی تھی وہ ابھی تک دور نہیں ہوئی اس لئے بعض اوقات بڑی گھبراہٹ ہو جاتی ہے پیر کی انگلیاں اندر کو کھچتی ہیں۔ اور ہاتھ بے حِس ہو جاتا ہے۔ ہوتی تو یہ مذاق کی بات ہے گھر میں میرا کوئی چھوٹا پوتا یا نواسہ آ جائے تو وہ بیمار نہیں سمجھتا وہ میرا ہاتھ پکڑے تو مَیں فوراً گھبرا جاتا ہوں کہ کیا ہو گیا ہے اور میرا ہاتھ کدھر چلا گیا ہے غرض ان چیزوں میں کوئی نمایاں فائدہ نہیں ہوا۔۔۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد جب اخبار میں چھپتا ہے کہ طبیعت اچھی نہیں تو جماعت میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ تو نہیں میری بیماری کا احساس ہوتا ہے۔ ادھر کچھ دعائیں ہوتی ہیں اور کچھ منافقوں کی منافقت ظاہر ہوتی ہے۔۔۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحہ ۴۵۱۔ ۴۵۲)

(۱۰) ۱۹۵۸ء تا وفات ۱۹۶۵ء: ۔ سفر یورپ سے آنے کے بعد گو حضور کو ایک حد تک آرام محسوس ہوتا تھا اور حضور نے نمازیں پڑھائی، خطبات دینے اور خلافت کے دیگر ضروری کام بھی سرانجام دینے شروع کر دیئے تھے مگر اصل بیماری ابھی موجود تھی۔ اسی حالت میں حضور نے تفسیر صغیر جیسا اہم کام شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ کام کرنے کی وجہ سے حضور پھر زیادہ بیمار ہو گئے۔ ۱۹۵۸ء میں بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا۔ ہر ممکن علاج ہوتا رہا۔ ملک کے قابل ترین ڈاکٹروں کے علاوہ بیرونی ملکوں کے ڈاکٹروں کو بھی دکھایا اور ان سے مشورے کئے جاتے رہے مگر بیماری بڑھتی چلی گئی اور حضور کمزور ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آخر وہ وقت آ گیا جس کا تصور بھی کوئی احمدی نہیں کرنا چاہتا تھا یعنی مورخہ ۸۔ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی رات کو ۲ بج کر ۲۰ منٹ پر قریباً ۷۷ سال (اپنے دعویٰ مصلح موعود کے اِکیس ۲۱ سال آٹھ ماہ۔ ناقل) کی عمر میں حضور ہمیں داغِ جدائی دے کر اپنے مولائے کریم کے پاس جا پہنچے۔

(جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، مصنف شیخ خورشید احمد، صفحہ ۹۲) ۔ اے جماعت احمدیہ کے چاپلوس اور خوشامدی مولویوں! اب تمہیں ہر سال یومِ مصلح موعود منانے کی بجائے شیعہ حضرات کی طرح قتلِ محمود پر ماتم کرنا چاہیے۔ افسوس کہ تم لوگ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی نہ سمجھے۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے کا خدا۔

اب آخر میں مختصراً یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد تک یعنی جون جولائی ۱۹۰۸ء تک تو خلیفہ ثانی کا مؤقف مصلح موعود کے ظہور کے بارے میں بالکل سچائی پر مبنی تھا جو کہ انہوں نے اسلام احمدیت کے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے بیان فرمایا تھا کہ مصلح موعود آئندہ زمانہ میں پیدا ہو گا خواہ جسمانی ذریت سے ہو یا روحانی ذریت سے ہو مگر وہی ہو گا جو مثیل صاحبزادہ مبارک احمد کے طور پر آپ کے بعد پیدا ہو گا۔ خواہ بیٹا ہو یا پوتا ہو یا پڑپوتا ہو یا آپ علیہ السلام کی جماعت میں سے آپ کا کوئی روحانی بیٹا ہو۔ لیکن افسوس کے خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ کے نام نہاد مولویوں اور کم علم احمدیوں کی ناجائز محبت کا شکار ہو کر اپنے اندر مصلح موعود بننے کی خواہش پیدا کر بیٹھے اور یہ خواہش آہستہ آہستہ اتنی شدّت اختیار کر گئی کہ آپ کے ضمیر نے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کی سچائی کو بھی پس پردہ ڈال دیا۔ اور اس طرح آپ جو شروع میں اس آیت کے خوف کی وجہ سے اپنے کاموں کی وجہ سے لوگوں کے بنانے پر مصلح موعود بننا چاہتے تھے بالآخر آپ کے شیطان نے آپ پر غلبہ پالیا اور اس طرح آپ نے ۲۸۔ جنوری ۱۹۴۴ء کو کلام اللہ کی سچائی کو روندتے ہوئے اور اپنے ہی بیان کے بر خلاف دعویٰ مصلح موعود کر دیا۔ اس طرح آپ کی اس تدبیر کے خلاف اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے

والا ہے۔ چنانچہ آپ کے دعویٰ مصلح موعود کے دس(۱۰) سال کے مختصر عرصہ میں آپ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا کا شکار ہو کر گیارہ سال آٹھ ماہ کے ذلّت آمیز زندگی گزار کر اپنے دعویٰ مصلح موعود کے اِکیس سال(۲۱) سال آٹھ ماہ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس طرح آپ اپنے دعویٰ کے بعد تیئیس (۲۳) برس کی مدت تک زندہ نہ رہے اور اس طرح قرآن نے بھی آپ کے دعویٰ مصلح موعود کو جھوٹا اور آپ کو مفتری علی اللہ ثابت کر دیا۔ اب آخر میں یہی دعا ہے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے مولوی حضرات اور دیگر عہدیداران کی آنکھیں کھولے اور اپنے آقا کے قتل کے بعد ساری جماعت کے قتل سے باز رہنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے انہیں ہدایت عطا فرمائے اور انہیں ان لعنتوں سے بچائے جو آپ علیہ السلام نے اپنی مندرجہ ذیل تحریر میں بھیجی ہیں۔ اب ان کے ذکر کے ساتھ اجازت چاہتا ہو۔

"اے میری قوم! ۔۔۔ خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اس کو وہ عمر ہرگز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے۔ تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کو وحی پانے کے لئے تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے۔ اور ہزار لعنتیں خدا کی اور فرشتوں کی اور خدا کے پاک بندوں کی اُس شخص پر ہیں جو اس پاک پیمانہ میں کسی خبیث مفتری کو شریک سمجھتا ہے۔ اگر قرآن کریم میں آیت لو تقوّل بھی نازل نہ ہوتی اور اگر خدا کے تمام پاک نبیوں نے نہ فرمایا ہوتا کہ صادقوں کا پیمانہ عمر وحی پانے کا کاذب کو نہیں مِلتا تب بھی ایک سچے مسلمان کی وہ محبت جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے کبھی اس کو اجازت نہ دیتی کہ وہ یہ بے باکی اور بے ادبی کا کلمہ منہ پر لا سکتا کہ یہ پیمانہ وحی نبوت یعنی تیئیس برس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یہ کاذب کو بھی مل سکتا ہے۔ پھر جس حالت میں قرآن شریف نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اگر یہ نبی کاذب ہوتا تو یہ پیمانہ عمر وحی پانے کا اس کو عطا نہ ہوتا۔ اور توریت نے بھی یہی گواہی دی اور انجیل نے بھی یہی ۔۔۔" (اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۸۔۴۶۹)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆